دو دنیائیں

The Two Worlds

آئی ایم ایکس انسٹی ٹیوٹ کے بورڈ آف گورنرز اساتذہ کی تربیت، فیکلٹی ڈیولپمنٹ پروگرامز اور کورس کے مواد کی تیاری کے حوالے سے بہت فکرمند تھے۔ بورڈ نے ۱۹۹۲- ۱۹۹۳ میں ایک طویل مدتی منصوبہ منظور کیا تھا لیکن اس میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی۔ سال ۲۰۰۰ میں ادارے نے پی ایچ ڈی پروگرام شروع کیا مگر وہ بھی آگے چل نہ سکا اور ۲۰۱۵ تک کے پندرہ برسوں میں تقریباً تین درجن طلبہ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ تاہم اساتذہ کی مسلسل اور منظّم تربیت کے لیے کوئی پائیدار اور ہمہ جہت نظام قائم نہ ہو سکا۔ اپنے ادارے کے اساتذہ کی ترقی کے لیے ملک اور بیرونِ ملک کانفرنسوں میں شرکت کے لیے مالی معاونت فراہم کی گئی لیکن اس سے صرف چند نوجوان اساتذہ نے فائدہ اٹھایا وہ بھی زیادہ تر بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کے لیے۔ سینئر اساتذہ کی آزادانہ تحقیق بہت محدود رہی اور اکثر وہ ڈاکٹریٹ کے طلبہ کی تیار کردہ تحقیقی مقالات میں صرف اپنا نام شامل کرنے پر ہی خوش ہوتے تھے کیونکہ وہ اشاعت کے لیے لازمی تھے۔ کورس کے مواد کی تیاری کے میدان میں بھی کچھ خاص کام نہ ہو سکا حالانکہ کئی اساتذہ کو کیس ڈیولپمنٹ ورکشاپس اور پروگرامز کے لیے بیرونِ ملک بھیجا گیا تھا۔ کتابیں لکھنا ایک نایاب چیز تھی اور اس کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کی جاتی تھی۔

۱۹۹۹ میں جب نئے ڈائریکٹر تشریف لائے انھوں نے قومی اور بین الاقوامی سیمیناروں اور کانفرنسوں کے انعقاد کی حوصلہ افزائی کی لیکن ان کے بعد آنے والے ڈاکٹر وکاس جو ۲۰۰۳ میں آئے اور دس سال سے زائد عرصہ تک اس عہدے پر کام کرتے رہے وہ اس کے سخت مخالف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ وقت اور پیسے کا ضیاع ہے اور اساتذہ کانفرنسوں کے بہانے سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں۔ لیکن دیگر مینجمنٹ اداروں کے اساتذہ کی تربیت کے سلسلے میں اگرچہ بورڈ ایک فیکلٹی ڈیولپمنٹ سینٹر قائم کرنا چاہتا تھا مگر

وزارتِ انسانی وسائل (ایم ایچ آر ڈی) کو بھیجی گئی تجاویز بار بار ناکام ہوئی کیونکہ ان میں غیر معمولی اور معمولی اخراجات کے لیے بہت بڑی رقم مانگی جاتی تھی (جن میں اساتذہ کے اعزازیہ (honorarium) کا بڑا حصہ شامل ہوتا تھا جو اسپانسرڈ ٹریننگ پروگرامز کے مطابق تھا)۔ ادارے کا اوپن مینجمنٹ ڈیولپمنٹ پروگرام (MDP) خاص کامیاب نہیں تھا لیکن اسپانسرڈ ٹریننگ پروگرامز ایک اچھی آمدنی اور منافع کا ذریعہ تھے۔ بورڈ اس سے خوش تھا اور اسپانسرڈ ٹریننگ اور ایم بی اے فیس میں اضافے (جو سات سال میں چار گنا ہو چکی تھی) کے ذریعے کارپس فنڈ میں مسلسل اضافے کو سراہتا تھا۔

اوپن فیکلٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ اس کی لاگت تھی۔ ڈائریکٹر اور ایم ڈی پی کے سربراہان اس کی فیس کو اسپانسرڈ پروگرامز کے برابر رکھنا چاہتے تھے جو کہ اوپن پروگرام کے شرکاء کی استطاعت سے پانچ سے دس گنا زیادہ تھی۔ حالانکہ شرکاء جتنی فیس ادا کر سکتے تھے وہ تمام ضروری اخراجات پورے کرنے کے لیے کافی تھی اور ادارے کی سہولیات ویسے بھی غیر استعمال شدہ پڑی تھیں (جبکہ ان کی دیکھ بھال پر مکمل خرچ ہو رہا تھا)۔ عمارت کی پیسے پہلے ہی ایم ایچ آر ڈی نے ادا کر دیے تھے اس لیے اس پر کوئی اضافی چارج لینے کی ضرورت نہ تھی۔ ادارہ کم پیسے پر آٹھ سے دس ایف ڈی پیز منعقد کر سکتا تھا جو شرکاء کی پہنچ میں ہوتے۔

ایک اور بڑا مسئلہ اساتذہ کی عدم دلچسپی تھا۔ کم از کم تدریسی ذمہ داری پوری کرنے کے بعد بہت سے اساتذہ یا تو بین الاقوامی کانفرنس میں پیش کرنے کے لیے تحقیقی مقالہ لکھنے میں دلچسپی رکھتے تھے یا اسپانسرڈ ٹریننگ پروگرامز میں پڑھا کر اچھی خاصی رقم حاصل کرنا چاہتے تھے۔

باقی لوگ کم از کم تدریسی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بعد گپ شپ، سیاست کی باتیں اور جھگڑوں میں مصروف رہنے پر ہی خوش تھے خاص طور پر فل پروفیسرز جنہیں نہ تو آگے کوئی فائدہ حاصل ہونے والا تھا (جیسے مزید ترقی) اور نہ ہی کچھ کھونے کا ڈر تھا۔ تعلیمی انتظامی عہدوں کو بھی زیادہ عزت نہیں ملتی تھی

کیونکہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ عہدے ان لوگوں کو ملتے ہیں جنہیں ڈائریکٹر پسند کرتا ہے۔

اس کے باوجود کچھ پر جوش اور پر امید لوگ جو کچھ اچھا کرنے کی کوشش کرتے تھے انہیں بھی مختلف رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کانفرنسوں، سیمیناروں اور اوپن فیکلٹی ڈیولپمنٹ پروگرامز کو منعقد کرنا جو حالانکہ مشکل کام تھے انہیں اساتذہ کے ورک لوڈ میں شامل ہی نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ اس پر کوئی اضافی معاوضہ یا ڈائریکٹر کی طرف سے شاباشی نہیں ملتی تھی۔ اگر کوئی شخص دو پروگرام منعقد کرنے کی پیشکش کرتا تو ڈائریکٹر اسے ایک سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ کبھی بھی اوپن ایف ڈی پیز کا افتتاح نہیں کرتے تھے اور نہ ہی شرکاء سے ملتے تھے۔ ڈائریکٹر کے اس رویے سے حوصلہ پا کر ایم ڈی پی دفتر کے ملازمین بھی رکاوٹیں کھڑی کرتے تھے۔ وہ بار بار ایم ڈی پی چیئرمین یا ڈائریکٹر سے منظوری لینے کو کہتے حالانکہ ڈائریکٹر پہلے ہی مکمل منظوری دے چکے ہوتے تھے۔ ایک اسسٹنٹ تو یہاں تک کہہ بیٹھا کہ ادارے نے کورس کا مواد فراہم کرنا بند کر دیا ہے اور کوآرڈینیٹر (یعنی پروفیسر) کو کورس یا کیس میٹریل کی فوٹو کاپی کے لیے خصوصی اجازت لینی ہوگی کیونکہ مواد تقریباً ۲۰۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس پر پروفیسر نے جواب دیا کہ وہ ایسی کوئی اجازت نہیں لے گا اور اگر شرکاء کے لیے مواد تیار نہ کیا گیا تو وہ پروگرام سے خود کو الگ کر لے گا کیونکہ وہ بغیر کورس یا کیس مواد کے کلاس نہیں لے سکتے جبکہ یہی مواد کلاس میں بحث کی بنیاد ہوتا ہے۔ کبھی کبھار کوآرڈینیٹر کو اپنے مہمان مقررین کے ٹیکسی کرائے بھی خود ادا کرنے پڑتے تھے یا ان سے خود برداشت کرنے کی درخواست کرنی پڑتی تھی۔ پروگرام اسسٹنٹ ادائیگیوں کے معاملے میں بھی مشکلات پیدا کرتے تھے۔ ایک بار آئی ایم ایکس کے بورڈ کے ایک رکن لیکچر دینے آئے اور انہوں نے ایک کاغذ پر ۶۰۰ روپے ٹیکسی کرایہ لکھ کر دیا۔ بعد میں اسسٹنٹ نے کوآرڈینیٹر سے کہا کہ مہمان سے اس دعوے پر دستخط کروائے جائیں جس کا مطلب یہ تھا کہ کوآرڈینیٹر کو خود اپنی جیب سے مزید ۶۰۰ روپے

خرچ کر کے کسی کو ٹیکسی میں بھیجنا پڑاتا کہ دستخط لیے جا سکیں۔ آخر کار انھوں نے خود ہی یہ رقم ادا کر کے معاملہ ختم کیا۔

ڈاکٹر وکاس کے عہدہ چھوڑنے کے بعد بھی حالات میں زیادہ تبدیلی نہیں آئی۔ اکتوبر ۲۰۱۴ میں جب پروفیسر ابھیمنیو (جو ریٹائرمنٹ کے بعد بھی پچھلے تین سال سے ہر سال ایک اوپن ایف ڈی پی بغیر معاوضہ کے کروا رہے تھے) نے درخواست کی تو قائم مقام ڈائریکٹر ڈاکٹر ناگیندر نے کہا کہ چونکہ وہ اب سبک دوش ہو چکے ہیں اس لیے پروگرام کسی ایسے استاد کو کرانا چاہیے جو ادارے میں باقاعدہ ملازمت پر ہو۔ لیکن ایسا استاد کہاں سے آئے گا یہ ایک بڑا سوال تھا۔ اگر سات مستقل اساتذہ میں سے کوئی اس کام کے لیے تیار ہوتا تو پروفیسر ابھیمنیو کو سبک دوشی کے بعد یہ کام نہ کرنا پڑتا۔ بالآخر پروفیسر ابھیمنیو نے ایک نوجوان اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر وریندر کو قائل کیا کہ وہ باضابطہ طور پر پروگرام کے کوآرڈینیٹر بن جائیں۔

ڈاکٹر وریندر نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور منظوری کے لیے تجویز قائم مقام ڈائریکٹر کے پاس بھیجی گئی۔ ڈائریکٹر نے کہا کہ وہ اپنی صوابدید احتیاط برتنا چاہتے ہیں اور نظام کے مطابق کام کرنا چاہتے ہیں اس لیے انھوں نے یہ تجویز ایم ڈی پی چیئرمین (جو خود بھی ایک اسسٹنٹ پروفیسر تھے) کو بھیج دی۔ چیئرمین نے فیصلہ کیا کہ وہ اس معاملے پر ایم ڈی پی کمیٹی میں بحث کریں گے اور ایف ڈی پی کے لیے باقاعدہ پالیسی بنانے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔

تین ماہ بعد ایم ڈی پی چیئرمین نے اطلاع دی کہ ایف ڈی پی کے لیے ۱۵۰۰۰ روپے رجسٹریشن فیس مقرر کی جائے۔ یہ رقم ۱۰۰۰۰ روپے سے زیادہ تھی جو اس پیشہ ور ادارے کے گورننگ بورڈ کی طرف سے مقرر کی گئی تھی جس کے تحت یہ پروگرام ہونا تھا۔ ماضی میں ڈائریکٹر اسی ادارے کی تجویز کردہ کم اور یکساں فیس پر عمل کرتے رہے تھے۔ دیگر شراکت دار ادارے جو یہ ایف ڈی پی چلا رہے تھے وہ بھی ایک

یکساں فیس لینے پر متفق تھے۔ یہ سب متعلقہ ادارے تھے جنہیں ایم ایچ آر ڈی نے قائم کیا تھا اور وہ اس پروگرام کو ایک قومی ضرورت سمجھتے ہوئے کم فیس لیتے تھے کیونکہ اس شعبے میں اساتذہ کی شدید کمی تھی۔ آئی ایم ایکس اسی پیشہ ور ادارے کا رجسٹرڈ دفتر تھا اور اس کے بورڈ نے اپنے ادارے میں اس دفتر کے قیام کی اجازت دی ہوئی تھی۔ آئی ایم ایکس کے گورننگ بورڈ کے دو اراکین اسی پیشہ ور ادارے کے گورننگ بورڈ کے رکن بھی تھے۔

کئی مہینے گزر گئے۔ اس دوران قائم مقام ڈائریکٹر نے ڈاکٹر وریندر سے کہا کہ چونکہ یہ پروگرام دوسرے اداروں میں ہونا ہے اس لیے وہاں کے ایم ڈی پی چیئرمین کی منظوری بھی ضروری ہے۔ دوسرے کیمپس کے ایم ڈی پی چیئرمین نے کہا کہ وہ مرکزی کیمپس کے چیئرمین کے فیصلے کے مطابق ہی چلیں گے۔ تاہم انہوں نے یہ تجویز دی کہ اگر شرکاء کو طلبہ کے ہاسٹل میں ٹھہرایا جائے تو فیس کم رکھی جاسکتی ہے۔ لیکن کوآرڈینیٹر نے یہ کہہ کر اس خیال کو رد کر دیا کہ مختلف اداروں سے آنے والے اساتذہ اپنے اپنے اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو سکتے ہیں اس لیے انہیں ہاسٹل میں رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔ اس کے بعد فیصلہ ہوا کہ نئے مستقل ڈائریکٹر کے آنے پر اس تجویز پر دوبارہ غور کیا جائے گا۔

پروفیسر ابھیمنیو یہ سوچ رہے تھے کہ بورڈ آف گورنرز کی واضح دلچسپی اور مکمل حمایت کے باوجود آئی ایم ایکس میں ایف ڈی پی کیوں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب انہیں ایک متعلقہ ادارے میں تعینات کیا گیا جو ۱۲ سال بعد قائم ہوا تھا تو وہاں انہیں بنیادی سہولیات کی شدید کمی کا سامنا تھا (جیسے کلاس روم، ایگزیکٹو ہاسٹل، ڈائننگ روم وغیرہ کا نہ ہونا)۔ اس کے باوجود وہ ادارہ ہر سال چھ سے آٹھ ایف ڈی پیز کروالیتا تھا اور اب تو سالانہ ایک درجن سے زیادہ پروگرام کر رہا تھا۔ ۲۰۰۴ سے لے کر دس سالوں میں اس ادارے نے ۱۰۰ سے زیادہ ہفتہ وار پروگرام کیے جو مجموعی طور پر ۶۵۰ دن سے زائد بنتے ہیں اور جن میں ۲۲۰۰ سے زیادہ اساتذہ نے شرکت کی جبکہ آئی ایم ایکس اسی عرصے میں دس ایف ڈی پیز بھی منعقد نہ کر

سکا۔

پروفیسر ابھیمنیو نے وہاں صرف چند سادہ اقدامات کیے تھے عارضی طور پر اچھی بنیادی سہولیات کا انتظام کیا۔ یک ایسے استاد کو ایف ڈی پی کا چیئرمین بنایا جو اس کام میں دلچسپی رکھتے تھے (یعنی ایف ڈی پی کی ذمہ داری کو ایم ڈی پی سے الگ کیا) اور اساتذہ کے سالانہ ورک لوڈ (جو کم از کم ٦ کریڈٹ تھا) میں ایف ڈی پی کے لیے ۰.۵ کریڈٹ شامل کیا۔ وہ خود بھی جب شہر میں ہوتے تو ایف ڈی پی کا افتتاح یا اختتامی خطاب کرنا نہیں بھولتے تھے۔ انہوں نے ایف ڈی پی کی اہمیت کو مینجمنٹ تعلیم میں ایک بالواسطہ کردار کے طور پر اجاگر کیا تھا (اس منصوبے میں جو انہوں نے اپنی تقرری کے وقت فیکلٹی، عملے اور بورڈ کے اراکین کے سامنے پیش کیا تھا)۔ ان کے مطابق، ایک پروگرام میں تربیت حاصل کرنے والے ۱۴۰ اساتذہ ہر سال ۲۰۰۰ سے ۴۰۰۰ طلبہ کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ان کے خیال میں آئی ایم ایکس میں اس طرح کی سوچ اور واضح سمت موجود نہیں تھی۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ ۲۰ سال کے عرصے میں بطور سینئر پروفیسر اور کئی بار ڈین رہنے کے باوجود اس سرگرمی کو فروغ نہ دے سکے۔

انہوں نے سوچا 'شاید دونوں اداروں کی بنیاد ہی مختلف انداز میں رکھی گئی ہے۔'' شاید آئی ایم ایکس کو ترقیاتی سرگرمیوں (جیسے ایف ڈی پی) کے بجائے زیادہ تجارتی سرگرمیوں پر توجہ دینی چاہیے۔'' اس جمود کو کیسے توڑا جائے یہ سوال آج بھی انہیں، ساتویں ڈائریکٹر کو، اور بورڈ کے اراکین کو پریشان کیے ہوئے ہے۔